گدھے کا شکوہ

گدھے پر کتابیں لادھ دینے سے وہ منشی فاضل نہیں بن جاتا۔
تم نے تعلیم تو باہر سے حاصل کر لی لیکن کسی بات کو سمجھنے کی صلاحیت تمہارے اندر بالکل نہیں ہے۔ جس بات پر اڑ جاتے ہو۔ وہاں سے نہیں ہلتے۔ میں تمہیں گدھا نہ کہوں تو کیا کہوں۔

ساجن نام کا ایک دھوبی تھا۔سب ہی لوگ اسے سجو کہتے تھے۔گاؤں سے باہر اسنے کپڑے دھونے کے لئے گھاٹ بنایا ہوا تھا۔وہ ہر روز صبح سویرے اٹھتا۔اور کپڑے دھونے وہاں چلا جاتا۔اس مقصد کے لئے اس نے گدھا گاڑی رکھی ہوئی تھی۔اسکا گدھا اسکا اسکے بچپن کا ساتھی تھا۔

جب وہ دس سال کا تھا تو اس کے باپ نے اسے ایک چھوٹا سا بچہ گدھا لا کر دیا تھا۔دونوں وقت کے ساتھ بڑے ہوتے گئے۔سجو نے بڑے ہوتے ہی اس گدھے کی مدد سے باپ کی ذمے داری سنبھال لی تھی۔یہ گدھا اس کا دوست بھی تھا۔ اور کام میں مددگار بھی۔وہ اسے اپنے بچے کی طرح پیار کرتا تھا۔سارا دن کپڑے دھوتا۔اور شام کو سوکھا کر گاڑی میں رکھتا۔اور پھر اس پر بیٹھ کر گھر واپس آتا۔واپس آتے ہوئے وہ مٹھائی کی دکان پر ضرور رکتا۔دودھ اور جلیبی خریدتا۔اور پیار سے اسے تھپتھپا کر گاڑی میں بیٹھ جاتا۔گھر آ کر بھی وہ پہلے اپنے گدھے کو دودھ جلیبی کا پیالہ دیتا۔پھر خود کھاتا۔

وہ اکثر اس سے باتیں کرتا اور کہتا۔

’’دوست تم کتنے اچھے ہو۔ہر قدم پر میرا ساتھ دیتے ہو۔اگر تم نہ ہوتے تو میں اتنا زیادہ کام کیسے کرتا۔میں کپڑے دھو کر اتنا زیادہ تھک جاتا ہوں۔کہ کپڑوں کو اٹھا کر گھر تک نہیں لے جاسکتا تھا۔تم میری مدد کرتے ہو۔کپڑوں کی ساری گٹھریاں اپنے اوپر لاد کر گھر تک لے جاتے ہو۔میں جس راستے پر تم کو لے کر جاتا ہوں تم میرا اِشارہ سمجھ لیتے ہو۔دھوپ ہو۔سردی ہو۔کبھی انکار نہیں کرتے۔بس میری مرضی میں خوش۔میں نہیں جانتا کے تم میرا اشارہ کیسے سمجھتے ہو۔بس اتنا جانتا ہوں کے تم میرے بہت اچھے دوست بھی ہو اور مجھے سمجھتے بھی ہو۔‘‘

گدھے نے اس طرح سر ہلایا۔جیسے وہ سب کچھ سمجھ کر شکریہ کہہ رہا ہو۔اسے خدا نے اتنا اچھا مالک جو دیا تھا۔عام لوگوں کی طرح اسے مارتا نہیں تھا۔اسکے آرام اور کھانے کا خیال بھی بہت رکھتا تھا۔وزن بھی گاڑی میں کم سے کم رکھتا تھا۔وہ بچپن سے سجو کے ساتھ تھا۔وہ سجو کے کہے بغیر بھی اسکی ہر بات ہر احساس کو نہ صرف سمجھتا تھا۔بلکہ محسوس بھی کرتا تھا۔اگر سجو کبھی اداس ہوتا۔تو وہ فکرمند ہو جاتا تھا۔اور سجو خوش ہوتا تو وہ بھی خوشی سے پھولے نہیں سماتا تھا۔وہ احسان مند تھا اپنے مالک کا۔اور خدا کا بھی شکر گزار تھا۔لیکن پھر بھی کبھی کبھی خدا سے شکوہ کرتا تھا۔

’اے خدا۔تو نے مجھے گدھا ہی کیوں بنایا۔۔۔؟ لوگ اس لفظ کی گالی بنا کر ایک دوسرے کو دیتے ہیں۔یہ سن کر مجھے بہت

تکلیف ہوتی ہے۔ بہت دکھ ہوتا ہے۔'

رات ہو رہی تھی۔ اسے سجو نے دودھ اور جلیبی کا پیالا رات کے کھانے میں دیا اور کہا۔

'دوست کھانا کھاؤ اور سو جاؤ۔ رات بہت ہو رہی ہے۔ کل صبح پھر کام پر جانا ہے۔'

گدھا کچھ شرمندہ ہوا۔

میں ایسے ہی اپنی بے وقوفی میں سوچتا رہتا ہوں۔ اتنا اچھا مالک مجھے خدا نے ہی تو دیا ہے۔ وہ کھانا کھا کر سو گیا۔ اگلی صبح سجو نے اپنے گدھے کو گاڑی سے جوڑا۔ میلے کپڑوں کی گٹھریاں گاڑی میں رکھیں۔

'چل میرے دوست۔'

سجو نے گاڑی آگے بڑھائی۔ آسمان کو دیکھا۔ موسم بہت اچھا ہو رہا تھا۔ ہلکے ہلکے بادل آ رہے تھے۔ ٹھنڈی ہوا بھی چل رہی تھی۔ اس کا موڈ بدل گیا۔ اتنا اچھا موسم اور کام۔ اسنے خوشی سے سوچا۔ چلو آج سیر کی جائے۔ اسنے گاڑی سے میلے کپڑوں کی گٹھریاں اٹھائیں۔ اور واپس اسٹور میں رکھ کر تالا لگایا۔ اپنے کمرے میں گیا۔ صندوق کھولا۔ اپنا سرخ رنگ کا اسکارف نکالا۔ شیشوں والی جیکٹ پہنی۔ اور دیوار پر لگے ہوئے چھوٹے سے شیشے میں اپنا جائزہ لیا۔ پھر مسکرا کر گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا۔ گدھے کی پیٹھ کو تھپتھپا کر بولا۔

'چل میرے دوست کام تو روز ہی کرتے ہیں۔ موسم بہت اچھا ہے۔ آج سیر کرتے ہیں۔ سمجھا۔ یعنی آج ہو جائے کچھ موج مستی۔ تیرا کیا خیال ہے۔؟'

گدھے نے مالک کو خوش دیکھا تو خوشی سے سر ہلایا۔ اور آمادگی کا اظہار کیا۔

اور دونوں چل پڑے۔ چلتے چلتے دریا کے دوسری طرف چلے گئے۔ یہاں تفریح کی غرض سے ایک نیا پارک بنا تھا۔ ایسے بھی یہاں بہت رونق رہتی تھی۔ آج موسم کی وجہ سے اور بھی زیادہ لوگ آئے ہوئے تھے۔ ہر طرف ہی لوگ گھوم رہے تھے۔

سجو نے دور جا کر ایک طرف گاڑی کھڑی کی۔ گدھے کو کھولا۔ اور پیار سے کہا۔

'چل دوست تو بھی کہیں گھوم پھر کے سیر کر۔ مگر زیادہ دور مت جانا۔ میں بھی ذرا دل خوش کر لوں۔' یہ کہہ کر سجو لوگوں کے ہجوم میں کہیں غائب ہو گیا۔

گدھا پہلے کچھ دیر کھڑا سوچتا رہا۔ ہر طرف کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اسے ایک طرف ہری بھری گھانس نظر آئی۔ اسکا

دل مچل گیا۔ وہ ٹہلتا ہوا گیا اور خوب پیٹ بھر کر گھانس کھائی۔ اسکے پاس دو لڑکے کسی بات پر بحث کرتے ہوئے گزرے۔ دونوں ہی کسی بات پر الجھے ہوئے تھے۔ نہ ایک مانتا تھا نہ دوسرا۔ آخر ایک نے زچ ہو کر کہا۔

'یار تم بہت بڑے گدھے ہو۔'

دوسرے نے کچھ غصے سے کہا۔ 'تم نے مجھے گدھا کیسے کہا۔ جانتے بھی ہو میں نے باہر سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے۔'

پہلا لڑکا پھر بولا۔

'یار کیا تم نے وہ مثال نہیں سنی۔ گدھے پر کتابیں لادھ دینے سے وہ منشی فاضل نہیں بن جاتا۔ تم نے تعلیم تو باہر سے حاصل کر لی لیکن کسی بات کو سمجھنے کی صلاحیت تمہارے اندر بالکل نہیں ہے۔ جس بات پر اڑ جاتے ہو۔ وہاں سے نہیں ملتے۔ میں تمہیں گدھا نہ کہوں تو کیا کہوں۔۔۔؟'

گدھے نے دونوں کی بات غور سے سنی اور سوچنے لگا۔

'میں ایسے ہی اکثر اداس ہو جاتا ہوں۔ یہ سوچ کر کہ خدا نے مجھے گدھا کیوں بنایا۔ گدھا ہونا کوئی بری بات تو نہیں ہے۔ ان دونوں کی باتوں سے تو یہ ثابت ہوا کے انسانوں میں بھی گدھے ہوتے ہیں۔ جو مجھ سے بھی بڑے ہوتے ہیں۔ میں اپنے مالک کی ہر بات آسانی سے سمجھ لیتا ہوں۔ اور مان بھی لیتا ہوں لیکن انسان نما گدھے پڑھ لکھ کر بھی نہ بات سمجھتے ہیں اور نہ مانتے ہیں۔ پڑھنا لکھنا سب ضائع ہو جاتا ہے۔ اسلئے میرا گدھا ہونا کوئی بری بات نہیں ہے۔'

گدھا یہ سب سوچ کر بہت خوش ہوا۔ اور خوش ہو کر اتنا ہنسا کہ زمین پر پڑی ہوئی ریت پر لیٹ گیا۔ ہنستا جاتا تھا اور لوٹتا جاتا تھا۔ جب وہ ہنستے ہنستے تھک گیا تو کھڑا ہو گیا۔ اب وہ تازہ دم تھا۔ اسکی بہت دنوں کی تھکاوٹ بھی ختم ہو گئی تھی۔ اور شکوہ بھی۔ اب گدھا ہر وقت خوش رہنے لگا تھا۔ اور پہلے سے زیادہ تیز دوڑنے لگا تھا۔ اسے اپنی زندگی سے پہلے سے بھی زیادہ پیار ہو گیا تھا۔ اسلئے کہ اسے یہ بات اچھی طرح سے سمجھ میں آ گئی تھی کہ خدا نے ہر مخلوق کو کسی نہ کسی خاص مقصد کے تحت بنایا ہے۔ اسلئے ہر ایک اپنی جگہ اہم ہے۔